پہلی قسط

مرتد کی سزا
قرآن، سنت، اجماع اور عقل کی روشنی میں

از: مولانا سعید احمد جلال پوری

خیرالقرون یعنی اسلام کے صدراوّل میں جہاں دوسرے اسلامی قوانین کی بالادستی تھی، وہاں سزائے ارتداد کا قانون بھی نافذ رہا۔ اس کے بعد بھی جب تک دنیا میں اسلامی آئین و دستور کی بالادستی رہی، تمام اسلامی حکومتوں میں یہ قانون نافذ العمل رہا۔ اسی کی برکت تھی کہ کوئی طالع آزما،مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے، دین و مذہب کو بازیچۂ اطفال بنانے،آئے دن مذاہب بدلنے اوراسلام سے بغاوت کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔

بلکہ اگر کسی شقی ازلی نے اس قسم کی جرأت کی تو اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، وغیرہ جیسے بدقماشوں کا انجام اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ملی غیرت کے کارناموں سے اسلامی تاریخ مزین ہے۔

لیکن جوں جوں اس معمورۂ ارضی پر اسلامی اقتدار، خلافت اسلامیہ اورمسلمانوں کی گرفت ڈھیلی ہوتی گئی، لادین حکمرانوں کا تسلط بڑھتا گیااور جبر و استبداد کے پنجے مضبوط اور گہرے ہوتے گئے، تو اس کی نحوست سے جہاں دوسرے اسلامی اصول و قوانین پامال کئے جانے لگے، وہاں سزائے ارتداد کے بے مثال قانون کو بھی حرفِ غلط کی طرح مٹادیاگیا۔

یہ اسی کی ”سبز قدمی“ تھی کہ انگریزی اقتدار کے دور میں، ہندوستان میں جہاں دوسرے بے شمار فتنوں نے سراٹھایا، وہاں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کرکے نہ صرف ارتداد کا ارتکاب کیا؛ بلکہ اس نے بھولے بھالے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی باقاعدہ تحریک شروع کردی۔

چونکہ اس وقت ہندوستان میں انگریزی اقتدار تھا اور غلام احمد قادیانی انگریزی اقتدار کی چھتری کے نیچے یہ سب کچھ کررہا تھا،اس لئے مسلمان اُسے ارتداد کی سزا کا مزہ نہ چکھاسکے، لیکن جوں ہی مسلمانانِ ہندوستان کی قربانیوں اور مطالبہ پر مملکتِ خداداد پاکستان وجود میں آئی تو مسلمانوں کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ اسلام کے نام پر وجود میںآ نے والی اس مملکت میں اسلامی آئین و قوانین نافذ کئے جائیں۔

شومیٔ قسمت کہ مسلمانوں کے اس مطالبہ پر توجہ نہیں دی گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان میں بھی اسلام دشمنوں اور خصوصاً قادیانیوں کا اثر و نفوذ بڑھنے لگا، تب مسلمانوں نے اربابِ اقتدار سے مطالبہ کیا کہ کم از کم ان کو ملت اسلامیہ سے الگ کاسٹ تصور کیاجائے، چنانچہ قریب قریب نوے سال کی محنت و جدوجہد کے بعد مسلمانوں کی یہ کوشش بارآور ہوئی اور اسلام سے برگشتہ ہوجانے والے قادیانیوں کو آئینی طورپر غیرمسلم اقلیت قرار دے دیاگیا۔

مگر بایں ہمہ پھر بھی قادیانی ارتداد کا منہ زور گھوڑا سرپٹ دوڑتا رہا، اور قادیانی اپنی ارتدادی سرگرمیوں سے باز نہ آئے، تواس کے سدّباب کیلئے ایک بار پھر تحریک چلی اور ۱۹۸۴/ میں امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس جاری ہو۔

لیکن قادیانی اپنے بیرونی آقاؤں کی شہ پر ارتدادی سرگرمیوں سے باز نہ آئے، مسلمانوں نے استدعا کی کہ پاکستان میں ارتداد کی شرعی سزا کا قانون نافذ کیا جائے۔

بلاشبہ اگر روزِ اوّل سے یہ قانون نافذ کردیا جاتاتو اسلام دشمن قوتوں کو مسلمانوں کے دین وایمان سے کھیلنے کی قطعاً جرأت نہ ہوتی اور نہ ہی مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہوتی۔

گویا مسلمانوں کا روزِ اوّل سے یہ مطالبہ رہا کہ پاکستان جب اسلام کے نام پرحاصل کیا گیا ہے، اور یہ اسلامی جمہوریہ کہلاتاہے تواس میں قانون بھی قرآن وسنت کا ہی ہونا چاہئے، لیکن چونکہ اس قانون کے نفاذ سے اسلام دشمنوں کی تمام تر سازشیں دم توڑ جاتیں، اور ان کے منصوبوں پر اوس پڑجاتی، اس لئے انھوں نے اپنے اثر و نفوذ سے اس کی راہ میں ایسی رکاوٹیں کھڑی کیں اورایسے روڑے اٹکائے کہ مسلمان حکمران اس کے نفاذ کی جرأت ہی نہ کرسکے۔

یوں تو مسلمانوں کا یہ قدیم ترین مطالبہ تھا اور ہے، مگر گزشتہ دنوں افغانستان میں مرتد ہوکر عیسائیت قبول کرنے والے عبدالرحمن کے معاملہ نے مرتد کی سزا کے اس قانون کی اہمیت و ضرورت کو مزید دو چند کردیا ہے، کیونکہ بین الاقوامی سازش کے تحت اس معمولی واقعہ کو اخبارات اور میڈیا پرلاکر جہاں مسلمانوں کو تنگ نظر، تشدد پسند کہہ کر اسلامی آئین، خصوصاً سزائے ارتداد کے قانون کو بری طرح نشانہ بنایا گیا، اوراس کو ظالمانہ قانون کے رنگ میں پیش کیاگیا، ضرورت تھی کہ اس سلسلہ کی غلط فہمیوں کے ازالہ کیلئے قارئین کی خدمت میں کچھ حقائق پیش کردیئے جائیں۔

افغانستان اور افغان قوم کا شروع سے ہی اسلام سے گہرا رشتہ رہا ہے، اورافغانستان نے کبھی بھی کسی جبر و تشدد اور بیرونی دباؤ کو قبول نہیں کیا، اسی طرح افغانستان میں کبھی کسی اسلام دشمن تحریک یا نظریہ کو پنپنے کا موقع نہیں مل سکا، حتی کہ امیر حبیب اللہ کے دور میں جب غلام احمد قادیانی نے افغانستان میں اپنے دو نمائندے بھیجے تو امیر مرحوم نے بالفعل ان پر سزائے ارتداد جاری فرماکر ارتدادی تحریک کاراستہ روک دیا۔

لیکن افغانستان میں جوں جوں دین و مذہب سے دوری ہوتی گئی، سازشی قوتوں اورارباب کفر نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ افغانستان کو اندرونی سازشوں اور طوائف الملوکی سے دوچار کیا، تو سب سے پہلے روس نے اس کو ہڑپ کرنے کی خواہش و کوشش کی، مگر اسے منہ کی کھانا پڑی، جب روس جیسی سپر طاقت شکست و ریخت سے دوچار ہوگئی، توامریکا بہادر کے منہ میں پانی آگیا اوراس نے افغانستان پر قبضہ کرکے اس پر عیسائیت کا جھنڈا لہرانے کا منصوبہ بنالیا۔

افغانستان میں امریکی تسلط کے بعد بے شمار عیسائی این جی اوز متحرک ہوگئیں، افغانستان بلاشبہ بدترین مالی بدحالی کا شکار تھا اور ہے، مگر بایں ہمہ امریکااوراس کی عیسائی این جی اوز اپنے مذموم مقاصد میں خاطر خواہ کامیاب نہ ہوسکیں، کیونکہ مسلمانانِ افغانستان جانتے تھے کہ ارتداد کی سزا موت ہے اور مرتد ہونا موت کو گلے لگانے کے مترادف ہے۔ اس لئے آج سے پندرہ سال پہلے مرتد ہوکر جرمنی چلے جانے والے عبدالرحمن کو دوبارہ افغانستان لاکر اس سے مرتد ہونے اور عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کرایا گیا، جس کے پس پردہ درج ذیل مقاصد کار فرما تھے، مثلاً:

(الف) یہ باور کرایاجائے افغانستان میں عیسائی این جی اوز کی تحریک اور کوششوں کے خاطر خواہ نتائج نکل رہے ہیں۔

(ب) مسلمانوں کو ذہنی اور اعصابی تناؤ میں مبتلا کرکے عیسائیت کی بالادستی کا احساس اجاگر کیا جائے۔

(ج) اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کو ترجیح دینے اور مسلمانوں میں قبولِ عیسائیت کے رجحان کا تصور پیش کیاجائے۔

(د) قانونِ ارتداد اور مرتد کی اسلامی سزا کے نفاذ کو اپنے اثر و نفوذ اور بین الاقوامی دباؤ کے ذریعہ معطل کرایا جائے۔

(ھ) مرتد کو تحفظ دے کر دوسرے بے دینوں کو ذہناً اس پر آمادہ کیاجائے کہ تبدیلیٔ مذہب کی صورت میں ان کو بے یارومددگار نہیں چھوڑا جائے گا، بلکہ امریکا، برطانیہ، روس، جرمنی، فرانس، اٹلی، ڈنمارک، ہالینڈ وغیرہ پوری عیسائی دنیا تمہاری پشت پر ہے اور تبدیلیٔ مذہب کی صورت میں تمہیں نہ صرف تحفظ فراہم کیا جائے گا، بلکہ ہر طرح کے ساز و سامان کے ساتھ ساتھ اعلیٰ سے اعلیٰ ملک کی شہریت بھی دی جائے گی۔

(و) یہ باور کرایاجائے کہ افغانستان میں بالفعل امریکااور عیسائیت کی بالادستی اورحکمرانی قائم ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ مسلمان ملک کا مسلمان حکمراں اوراس کی مسلمان عدلیہ بھی ایک اسلامی سزا کے نفاذ میں بے بس ہے، چنانچہ مرتد عبدالرحمن کے اس اعتراف کے باوجود کہ: ”میں نے عیسائیت قبول کرلی ہے اور میں اس کیلئے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں“ افغان عدالت کے جج انصار اللہ مولوی زادہ کا یہ کہنا کہ : ”ناکافی ثبوت کی بناپر اسے رہا کیا جاتا ہے۔“ افغان عدالت اور افغان حکومت کی بے بسی کی واضح دلیل ہے۔

(ز) سزائے ارتداد کے اسلامی قانون اور فطرت پر مبنی دستور کو متنازعہ بنایاجائے، دنیائے عیسائیت، انسانی حقوق کی تنظیموں کو اس کے خلاف بولنے کا موقع دے کر غیرمتعصب دنیاکے علاوہ خود مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس کے بارے میں شکوک و شبہات پیداکئے جائیں، اسے انسانی حقوق کی خلاف ورزی اوراس کے نفاذ کو انسانیت کی توہین باور کرایاجائے۔

چنانچہ اس واقعہ کے اخبارات میں شائع ہونے پر جہاں ملحدین و بے دینوں کو اس کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت ہوئی، وہاں نام نہاد مسلمان اسکالروں کو بھی اس قانون میں کیڑے نکالنے کا موقع میسر آگیا۔

اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ قرآن و سنت، اجماع امت، قیاس، فقہ وفتویٰ اور عقل و شعور کی روشنی میں اس سلسلہ کی تصریحات نقل کردی جائیں۔

مگر سب سے پہلے اس کی وضاحت ہونی چاہئے کہ مرتد کس کو کہتے ہیں؟ اور سزائے ارتداد کی کیا کیا شرائط ہیں؟

بلاشبہ دنیامیں بسنے والے انسان دین و مذہب کے اعتبار سے دو قسم ہیں: ایک مسلمان اور دوسرے غیرمسلم۔

مسلم: وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت، بعث بعد الموت اوراس بات پر ایمان رکھتے ہوں کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ ہی کی جانب سے ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور آخری نبی اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کو حضرات صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اسلافِ امت کی تشریحات کی روشنی میں مانتے ہوں۔

غیرمسلم: وہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، دین و شریعت، مذکورہ بالا تمام عقائد یا ان میں سے کسی ایک کے منکر ہوں، یا ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتے ہوں، خواہ وہ اپنے آپ کو ہندو، سکھ، پارسی، زرتشتی، یہودی، عیسائی، بدھ، قادیانی، مرزائی (جو اپنے آپ کو احمدی بھی کہتے ہیں)، ذکری اورآغاخانی کہتے ہوں، یا اس کے علاوہ اپنے آپ کو کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہوں، وہ سب کے سب غیرمسلم ہیں۔

پھر غیرمسلموں کی متعدد اقسام ہیں، چونکہ غیرمسلم اپنے بعض مخصوص عقائد و نظریات اور رہائش و سکونت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اوران میں سے ہر ایک کے احکام بھی جدا جدا ہیں، اس لئے ان کی اقسام، تعریف اور حکم بھی معلوم ہونا چاہئے۔

اوّل: غیرمسلم باعتبار عقائد و نظریات کے سات قسم ہیں:

(۱) کھلا کافر، (۲) مشرک، (۳) دہریہ، (۴) معطل، (۵) منافق، (۶) زندیق، جو ملحد اور باطنی بھی کہلاتے ہیں، (۷) مرتد۔

دوم: پھر ان سب کا باعتبار جنگ وامن اور رہائش و سکونت کے جدا جدا حکم ہے، اس لئے غیرمسلموں کی اقسام، تعریف اورحکم ملاحظہ ہو:

کھلا کافر: جسے کافر مطلق بھی کہاجاتاہے، وہ ہے جو علی الاعلان اسلامی اعتقادات کا منکر ہواوراپنے آپ کو مسلمان برادری سے الگ تصور کرتا ہو، جیسے ہندو، سکھ، یہودی اور عیسائی وغیرہ۔

مشرک: مشرک وہ ہے، جو چند معبودوں کا قائل ہو، یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی حجر و شجر یا مورتی وغیرہ کو بھی نفع و نقصان کا مالک سمجھتا ہو۔

دہریہ: دہریہ وہ ہے جو حوادثِ عالم کو زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو اور زمانہ کو قدیم مانتاہو، یعنی زمانہ کو ہی خالق عالم اورازلی و ابدی مانتاہو۔

معطل: معطل وہ ہے جو خالقِ عالم کا سرے سے منکر ہو۔

منافق: منافق وہ ہے جو ظاہراً، زبانی کلامی اورجھوٹ موٹ اپنے آپ کومسلمان باور کرائے، مگر اندر سے کافر ہو۔

زندیق: زندیق وہ ہے جو اپنے کفریہ عقائد پر اسلام کا ملمع کرے اور اپنے فاسد و کفریہ عقائد کو ایسی صورت میں پیش کرے کہ سرسری نظر میں وہ صحیح معلوم ہوتے ہوں، ایسے شخص کو عربی میں ملحد اور باطنی بھی کہتے ہیں۔

مرتد: مرتد وہ ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کسی بھی دوسرے دین کو اختیار کرلے۔

ان تفصیلات کے بعد مذکورہ بالا غیرمسلموں میں سے ہر ایک کا حکم ملاحظہ ہو:

کھلا کافر: اگرایسا شخص کسی غیرمسلم ملک میں رہتا ہو، اور وہ ملک اسلامی مملکت سے برسرپیکار ہو، تو یہ شخص حربی کافر کہلائے گا اور مسلمانوں پر ایسے شخص کی جان ومال، عزت وآبرو کی کسی قسم کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، لیکن اگرایسا شخص (کھلا کافر) کسی ایسے غیرمسلم ملک میں رہتا ہو، جس کا اسلامی مملکت سے دوستی کا معاہدہ ہوتو یہ شخص مسلمانوں کا حلیف کہلائے گا، اگر یہ شخص کسی دوسری مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث نہ ہو تو مسلمان اس کی جان ومال سے تعرض نہیں کریں گے، چنانچہ ایسا شخص اگر مسلمان ملک میں ویزہ لے کر آئے تو یہ مستامن کہلائے گا، اورمسلمانوں پر اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ لازم ہوگا۔

اسی طرح اگرایسا کھلا کافر کسی مسلمان ملک کا پرامن شہری ہو اور شہری واجبات یعنی جزیہ وغیرہ ادا کرتا ہو اور کسی ملک وملت دشمنی کا مرتکب نہ ہو، تو یہ ذمی کہلائے گا اوراس کی جان ومال اور عزت و آبرو کی حفاظت و صیانت اسلامی مملکت اورمسلمانوں پر واجب ہوگی۔

مشرک: مشرک کا حکم بھی کھلے کافر کی طرح ہے۔

اس کے علاوہ دہریہ، معطل، منافق، زندیق اور مرتد بھی اگر کسی ایسی غیرمسلم مملکت میں رہتے ہوں جن سے مسلمانوں کا کسی دوستی کا کوئی معاہدہ نہ ہو، تو وہ بھی کھلے کافر کی طرح ہیں اوران پر کسی قسم کے کوئی احکام جاری نہیں ہوں گے، لیکن اگر کسی علاقہ اور قبیلہ کے لوگ اجتماعی طورپر مرتد ہوکر قوت پکڑنے لگیں تو مسلمان حکمران کو حربی کافروں سے بھی پہلے ان کے خلاف کارروائی کرکے ان کا قلع قمع کرنا ہوگا۔

منافق: اگر کوئی منافق، مسلمان ملک میں رہتا ہو اور کسی قسم کی ملک و ملت دشمنی میں ملوث نہ ہو تو مسلمان اس سے بھی تعرض نہیں کریں گے، لیکن اگرکوئی زندیق، دہریہ، معطل اورمرتد اسلامی مملکت میں رہتے ہوئے اس جرم کا ارتکاب کرے، تو چاہے وہ بظاہر کتنا ہی امن پسند کیوں نہ ہو، مسلمان حکمران، اسلامی قانون کی روشنی میں اس کو، اس کے اس بدترین کردار اور گھناؤنے جرم کی سزا دے گا، کیونکہ کسی مملکت کے سربراہ پر اپنے شہریوں کے دین وایمان کی حفاظت لازم ہے، اورجو لوگ مسلمانوں کے دین و ایمان سے کھیلنا چاہیں، ان کا مواخذہ کرنا مسلمان حکمرانکا فرض اور بنیادی حق ہے، اس لئے کہ ارشاد نبوی: ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“ (مشکوٰۃ ص:۳۲۰) (تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہرایک سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا) کے مصداق مسلمان حکمران کو اپنے شہریوں کی اصلاح کا مکمل اختیار ہے، لہٰذا مسلمان حکمران کو چاہئے کہ وہ ایسے لادین افراد کی ملت دشمن سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھے اور ان کی خفیہ شرارتوں، سازشوں اور شر و فساد سے اپنی رعایا کے دین و ایمان کی حفاظت کرے۔

زندیق: چنانچہ اگر اسلامی مملکت کا کوئی شہری زندقہ اختیار کرلے اور گرفتاری سے قبل از خود اس جرم سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی، لیکن اگر گرفتاری کے بعد توبہ کا اظہار کرے تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی، چنانچہ حضرت امام مالکؒ وغیرہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں کرتے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مسلک ہے، علامہ شامیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

مرتد: اگراسلامی مملکت کاکوئی شہری خدانخواستہ مرتد ہوجائے تو اس کے احکام ان سب سے جدا ہیں، مثلاً:

اگر مرتد ہونے والی خاتون ہو تو اس کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالا جائے، اگراس کے کوئی شبہات ہوں تو دور کئے جائیں، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے،اگر توبہ کرلے تو فبہا، ورنہ اسے زندگی بھر کیلئے جیل میں قید رکھا جائے تا آنکہ وہ مرجائے یا توبہ کرلے۔

اگر کوئی نابالغ بچہ مرتد ہوجائے تو یہ دیکھا جائیگا کہ اگر وہ دین و مذہب کو سمجھتا ہے اور عقل و شعور کے سن کو پہنچ چکا ہے تو اس کا حکم بھی مرتد ہونے والے مرد کا ہے، اوراگر بالکل چھوٹا اور ناسمجھ ہے تو اس پر ارتداد کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ اسی طرح اگر کوئی مجنون یا پاگل ارتداد کا ارتکاب کرے تواس پر بھی ارتداد کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

اگر کوئی عاقل، بالغ مرد، ارتداد کاارتکاب کرے تو اس کو گرفتار کرکے تین دن تک اس کو مہلت دی جائے گی، اس کے شبہات دور کئے جائیں گے، اگر مسلمان ہوجائے تو فبہا، ورنہ اسے قتل کردیا جائے گا۔

قرآن و سنت، اجماع امت اور فقہائے امت کا یہی فیصلہ ہے اور عقل و دیانت کا بھی یہی تقاضا ہے۔

جیساکہ قرآن کریم میں ہے:

”انماجزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرة عذاب عظیم، الا الذین تابو من قبل ان تقدروا علیہم

فاعلموا ان اللہ غفور رحیم“ (المائدہ: ۳۳-۳۴)

ترجمہ: ”یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اوراس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو، کہ ان کو قتل کیا جائے یاسولی چڑھائے جائیں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے یا دور کردیئے جائیں اس جگہ سے، یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اوران کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے، مگر جنھوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اس آیت کے ذیل میں تمام مفسرین و محدثین نے عکل وعرینہ کے ان لوگوں کا واقعہ لکھاہے جو اسلام لائے تھے،مگر مدینہ منورہ کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئی تو ان کی شکایت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صدقہ کے اونٹوں کے ساتھ بھیج دیا، جہاں وہ انکا دودھ وغیرہ پیتے رہے، جب وہ ٹھیک ہوگئے تو مرتد ہوگئے اوراونٹوں کے چرواہے کو قتل کرکے صدقہ کے اونٹ بھگالے گئے، جب مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرلیا اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سیدھے ہاتھ اوراُلٹے پاؤں کاٹ دیئے اور وہ حرہ میں ڈال دیئے گئے، پانی مانگتے رہے، مگر ان کو پانی تک نہ دیا، یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مرگئے۔

اسی لئے امام بخاریؒ نے اس آیت کے تحت عنوان بھی اسی انداز کا قائم فرمایاہے، جس سے ثابت ہوتاہے کہ وہ لوگ چونکہ مرتد اور محارب تھے،اس لئے ان کو قتل کیاگیا، چنانچہ امام بخاریؒ کے الفاظ ہیں:

”باب لم یسبق المرتدون المحاربون حتی ماتوا۔“ (ص:۱۰۰۵، ج:۲)

اگرچہ امام بخاریؒ کے علاوہ دوسرے ائمہ کرام اس کے قائل ہیں کہ محارب جیسے کفار ہوسکتے ہیں، ویسے مسلمان بھی ہوسکتے ہیں، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ اس آیت کی روشنی میں ایسے لوگ جو مرتد ہوجائیں، اوراللہ و رسول سے محاربہ کریں، وہ واجب القتل ہیں۔

سزائے مرتد کے سلسلہ میں صحاح ستہ اورحدیث کی دوسری کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات اور حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل بھی منقول ہے، ذیل میں اس سلسلہ کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ”عن عکرمة قال: اتی علی رضی اللہ عنہ بزنادقة فاحرقہم، فبلغ ذلک ابن عباس، فقال: لوکنت انا لم احرقہم لنہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تعذبوا بعذاب اللہ، ولقتلتہم لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من بدّل دینہ فاقتلوہ۔“ (بخاری، ص: ۱۰۲۳، ج۲، ص: ۴۲۳،ج:۱، ابوداؤد ص: ۲۴۲، ج:۲، نسائی ص:۱۶۹، ج:۲، ترمذی ص:۱۷۶، ج:۱، مسند احمد ص: ۲۱۷، ج:۱، ص:۲۸۲، ج:۱، سنن کبریٰ بیہقی ص: ۱۹۵، ج:۸، مستدرک حاکم ص: ۵۳۸ ج:۳، مشکوٰة ص: ۳۰۷)

ترجمہ: ”حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس چند زندیق لائے گئے توانھوں نے ان کو آگ میں جلادیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو فرمایا: میں ہوتا توانکو نہ جلاتا، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایسا عذاب نہ دو جو اللہ تعالیٰ (جہنم میں) دیں گے، میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ”جو شخص دین تبدیل کرے، اس کو قتل کردو“ کے تحت قتل کردیتا ۔“

۲۔ ”عن عکرمة قال قال ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من بدّل دینہ فاقتلوہ۔“ (نسائی ص:۱۴۹، ج:۲، سنن ابن ماجہ ص: ۱۸۲)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دین تبدیل کرکے مرتد ہوجائے، اس کو قتل کردو۔“

۳۔ ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: کان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح یکتب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فازلہ الشیطن فلحق بالکفار فامر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقتل یوم الفتح، فاستجار لہ عثمان بن عفان فاجارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...“ (ابوداؤد ص ۲۵۱، ج:۲، نسائی ۱۶۹، ج:۲)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی تھا، اسے شیطان نے بہکایا تو وہ مرتد ہوکر کفار سے مل گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اس کے قتل کا حکم فرمایا، (جس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے، ناقل) مگر حضرت عثمانؓ نے اس کیلئے پناہ طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پناہ دے دی (چنانچہ وہ بعد میں دوبارہ

مسلمان

ہوگیا)“ (باقی

آئندہ)

$ $ $

ماہنامہ دارالعلوم ، شمارہ11، جلد: 90 ،شوال المکرم1427 ہجری مطابق نومبر2006ء

دوسری قسط

مرتد کی سزاقرآن، سنت، اجماع اور عقل کی روشنی میں

از: مولانا سعید احمد جلال پوری

۴۔ ”عن انس ان علیا اتی بناس من الزط یعبدون وثناً فاحرقھم، فقال ابن عباسؓ انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من بدل دینہ فاقتلوہ“. (سنن نسائی ص:۱۶۹،ج:۲، مسند احمد ص:۳۲۳، ج:۱)

ترجمہ: ”حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس زط (سوڈان) کے کچھ لوگ لائے گئے جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئے تھے اور وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے، آپؓ نے ان کو آگ میں جلادیا، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ”جو شخص اسلام چھوڑ کر مرتد ہوجائے، اس کو قتل کردو۔“

۵۔ ”عن ابی موسیٰؓ قال اقبلت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... فقال : ... ولکن اذہب انت یا ابا موسٰی او یا عبد اللہ بن قیس الی الیمن، ثم اتبعہ معاذ بن جبل، فلما قدم علیہ القی لہ وسادة قال: انزل و اذا رجل عندہ موثق قال: ماہذا؟ قال: کان یہودیاً فاسلم ثم تہود، قال: اجلس! قال: لا اجلس حتی یقتل، قضاء اللہ ورسولہ ثلٰث مرات فامر بہ فقتل ... الخ“ (بخاری ص:۱۰۲۳، ج:۲، مسلم ص:۱۲۱، ج:۲، ابوداوٴد ص:۲۴۲، ج:۲، نسائی ص:۱۶۹، ج:۲، سنن کبریٰ بیہقی ص: ۱۹۵، ج:۸)

ترجمہ: ”حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: ابوموسیٰ یا عبداللہ بن قیس! یمن جاؤ، اس کے بعد آپ نے معاذ بن جبلؓ کو بھی میرے پیچھے یمن بھیج دیا، حضرت معاذؓ یمن پہنچے اوران کے بیٹھنے کیلئے مسند لگائی گئی تو انھوں نے دیکھاکہ (حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس) ایک آدمی بندھا ہوا ہے، حضرت معاذؓ نے پوچھا: اس کا کیاقصہ ہے؟ فرمایا: یہ شخص پہلے یہودی تھا، پھر اسلام لایااور اب مرتد ہوگیا ہے، آپؓ نے فرمایا: جب تک اس

کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے مطابق قتل نہیں کردیاجاتا، میں نہیں بیٹھوں گا،انھوں نے تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا، چنانچہ حضرت ابوموسیٰؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا، جب وہ قتل ہوگیا تو حضرت معاذؓ تشریف فرماہوئے۔“

۶۔ ”عن عبداللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... لا یحل دم رجل مسلم یشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث: الثیب الزانی، والنفس بالنفس، والتارک لدینہ المفارق للجماعة“۔(ابوداؤد ص:۲۴۲، ج:۲، نسائی ص:۱۶۵،ج:۲، ابن ماجہ ص:۱۸۲، سنن کبریٰ بیہقی ص:۱۹۴، ج:۸، ترمذی ص:۲۵۹، ج:۱،مسلم ص:۵۹، ج:۲)

ترجمہ: ”حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے، اس کاخون بہانا جائز نہیں، سوائے ان تین آدمیوں کے: ایک وہ جوشادی شدہ ہوکر زناکرے، دوسرا وہ جو کسی کو ناحق قتل کردے اور تیسراوہ جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے۔“

۷۔ ”عن حارثة بن مضرب انہ اتی عبداللہ فقال: ما بینی و بین احد من العرب حنة، وانی مررت بمسجد لبنی حنیفة، فاذا ہم یومنون بمسیلمة، فارسل الیہم عبداللہ فجئ بہم فاستتابہم، غیر ابن النواحة، قال لہ: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لو لا انک رسول لضربت عنقک، فانت الیوم لست برسول، فامر قرظة بن کعب. فضرب عنقہ فی السوق، ثم قال: من اراد ان ینظر الی ابن النواحة قتیلا بالسوق“۔ (ابوداؤد ص:۲۴، ج:۲)

ترجمہ: ”حارثہ بن مضرب سے مروی ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، (اورآپؓ نے فرمایاکہ) میرے اور عرب کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہے، پھر فرمایا: میں مسجد بنوحنیفہ کے پاس سے گزرا، وہ لوگ مسیلمہ کذاب کے ماننے والے تھے، حضرت عبداللہؓ نے ان کی طرف قاصد بھیجا، تاکہ ان سے توبہ کا مطالبہ کرے، پس سب سے توبہ کا مطالبہ کیاگیا، سوائے ابن نواحہ کے، آپؓ نے اس سے فرمایاکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تومیں تمہیں قتل کردیتا، (اس لئے کہ وہ مرتد ہونے کے علاوہ مرتدمسیلمہ کا قاصد تھا، ناقل) پس آج تم قاصد نہیں ہو، اس کے بعد آپؓ نے (حاکم کوفہ)قرظہ بن کعب کو حکم دیا کہ اس کو قتل کردیا

جائے، چنانچہ بازار ہی میں اس کو قتل کردیاگیا، اور فرمایا: جو ابن نواحہ کو دیکھناچاہے، وہ بازار میں قتل شدہ موجود ہے۔“

۸- ”عن بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ معاویة بن حیدہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من بدل دینہ فاقتلوہ، ان اللہ لایقبل توبة عبد کفر بعد اسلامہ“ (مجمع الزوائد، ص:۲۶۱، ج:۶)

ترجمہ: ”حضرت معاویہ بن حیدہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے، اس کو قتل کردو، بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے کی توبہ قبول نہیں کرتے، جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوجائے۔“

۹- ”عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ حین بعثہ الی الیمن: ایما رجل ارتد عن الاسلام فادعہ، فان تاب، فاقبل منہ، وان لم یتب، فاضرب عنقہ، وایما امرأة ارتدت عن الاسلام فادعہا، فان تابت، فاقبل منہا، وان ابت فاستتبہا“۔ (مجمع الزوائد: ۲۶۳، ج:۶)

ترجمہ: ”حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن بھیجا تو فرمایا: جو شخص اسلام لانے کے بعدمرتد ہوجائے، اسے اسلام کی دعوت دو، اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلو، اوراگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اڑادو، اور جونسی عورت اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے، اسے بھی دعوت دو، اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلو، اگر توبہ سے انکار کرے تو برابر توبہ کامطالبہ کرتے رہو (یعنی اس کو قتل نہ کرو)“۔

۱۰- ”عن جریر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اذا ابق العبد الی الشرک فقد حل دمہ“۔ (ابوداؤد، ص:۲۴۳، ج:۲، مشکوة،ص:۳۰۷)

ترجمہ: ”حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اسلام سے کفر کی طرف واپس لوٹ جائے، اس کا قتل کرنا حلال ہوجاتا ہے۔“

۱۱- ”عن الحسن رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من بدل دینہ فاقتلوہ“۔(نسائی ص:۱۶۹، ج:۲)

ترجمہ: ”حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے،اس کو قتل کردو۔“

۱۲ - ”عن زید بن اسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من غیَّر دینہ فاضربوا عنقہ“۔(موطا امام مالک ص:۶۴۰، جامع الاصول

ص:۹۷۴،ج:۳)

ترجمہ: ”حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اپنائے، اس کی گردن کاٹ دو“۔

امام مالکؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”قال مالک و معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما نری واللہ اعلم من غیّر دینہ فاضربوا عنقہ، وانہ من خرج من الاسلام الی غیرہ، مثل الزنادقة واشباہہم، فان اولئک اذا ظہر علیہم قتلوا، ولم یستتابوا، لانہ لایعرف توبتہم، وانہ کانوا یسرون الکفر ویعلنون الاسلام فلا اری یستتاب ہؤلاء ولایقبل منہم قولہم، واما من خرج من الاسلام الی غیرہ واظہر ذلک فانہ یستتاب، فان تاب، والاقتل، ذلک لو ان قوما کانوا علی ذلک رایت ان یدعوا الی الاسلام ویستتابوا، فان تابوا قبل ذلک منہم، وان لم یتوبوا قتلوا، ولم یعن بذلک فیما نری، واللہ اعلم، من خرج من الیہودیة الی النصرانیة ولا من النصرانیة الی الیہودیة، ولا من یغیّر دینہ من اہل الادیان کلہا الا الاسلام فمن خرج من الاسلام الی غیرہ واظہر ذلک فذلک الذی عنی بہ“۔(موطا امام مالک ص:۶۴۰)

یعنی امام مالکؒ سے ارتداد کی تعریف میں منقول ہے کہ کوئی شخص اسلام سے نکل کر کسی دوسرے مذہب میں داخل ہوجائے تو اس کی گردن کاٹ دی جائے، جیسے کوئی زندیق ہوجائے، ایسے لوگوں کے بارہ میں اصول یہ ہے کہ جب زندیق پر غلبہ وتسلط حاصل ہوجائے تو اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیاجائے، کیونکہ ان لوگوں کی سچی توبہ کا اندازہ نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ لوگ کفر کو چھپاتے ہیں اور اسلام کا اظہار کرتے ہیں، پس میرا (امام مالکؒ) خیال یہ ہے کہ ان کے کفر کی بنا پر ان کو قتل کردیا جائے، ہاں اگر کوئی اسلام سے نکل کر مرتد ہوجائے تو اس سے توبہ کرائی جائے، توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اسے قتل کردیاجائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ”من بدل دینہ فاقتلوہ“ کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرلے وہ مرتد ہے، لہٰذاوہ شخص مرتد نہیں کہلائے گاجو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر تھا، اوراس نے اپنا وہ مذہب چھوڑ کر کوئی دوسرا دین و مذہب اختیار کرلیا، لہٰذا نہ تواس سے توبہ کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا، مثلاً: اگر کوئی یہودی، نصرانی بنجائے یاکوئی نصرانی، مجوسی بن جائے، خواہ وہ

ذمی ہی کیوں نہ ہو، نہ تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا۔

۱۳- ”عن عبدالرحمن بن محمد بن عبدالله بن عبدالقاری رحمہ الله، عن ابیہ انہ قال: قدم علی عمر بن الخطاب رضی الله عنہ، رجل من قبل ابی موسی الاشعری، فسالہ عن الناس فاخبره؟ ثم قال لہ عمر بن الخطاب: ہل کان فیکم من مُغربة خبر؟ فقال نعم، رجل کفر بعد اسلامہ، قال: فما فعلتم بہ؟ قال: قربناه فضربنا عنقہ، فقال عمر: افلا حبستموه ثلاثا، واطعمتموه کل یوم رغیفا، واستتبتہوه لعلہ یتوب ویراجع امر الله؟ ثم قال عمر اللہم انی لم احضر، ولم آمر، ولم ارض اذ بلغنی“۔(موطا امام مالک ص:۶۴۰،جامع الاصول ص:۴۷۹، ج:۳)

ترجمہ: ”حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالقاریؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں حضرت ابوموسیٰؓ کی جانب سے یمن کا ایک شخص آپؓ کی خدمت میں آیا، آپؓ نے پہلے تو وہاں کے لوگوں کے حالات معلوم کئے، پھر اس سے پوچھا کہ وہاں کی کوئی نئی یا انوکھی خبر؟ اس نے کہا: جی ہاں! ایک آدمی اسلام لایا تھا، مگر بعد میں وہ مرتد ہوگیا، آپؓ نے فرمایا: پھر تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ انھوں نے عرض کیا: ہم نے اس کو پکڑ کر اس کی گردن اڑادی، آپؓ نے فرمایا: تم نے پہلے اسے تین دن تک قید کرکے اس سے توبہ کا مطالبہ کیوں نہ کیا؟ ممکن ہے وہ توبہ کرلیتا؟ پھر فرمایا: اے اللہ! نہ میں وہاں حاضر تھا، نہ میں نے اس کے قتل کا حکم دیا اور جب مجھے اس کی اطلاع ملی تو میں ان کے اس فعل پر راضی بھی نہیں ہوں۔“

گویا مرتد کے قتل سے پہلے استحباباً اس کو توبہ کا ایک موقع ملنا چاہئے تھا، چونکہ مرتد کو وہ موقع نہیں دیاگیا، تو حضرت عمرؓ نے ترک مستحب کی اس بے احتیاطی کو بھی برداشت نہیں کیا اور اس سے برأت کا اظہار فرمایا۔

امام ترمذیؒ مرتد کی سزاکے بارے فقہائے امت کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”والعمل علی ہذا عند اہل العلم فی المرتد، واختلفوا فی المرأة اذا ارتدت عن الاسلام، فقالت طائفة من اہل العلم تقتل، وہو قول الاوزاعی واحمد واسحق، وقالت طائفة منہم تحبس ولا تقتل، وہو قول سفیان الثوری وغیره من اہل الکوفة“ (ترمذی ابواب الحدود باب ما جاء فی المرتد، ص:۲۷۰،ج:۱)

ترجمہ: ''مرتد مرد کے بارے میں اہل علم کا یہی موقف ہے کہ اسے قتل کردیا جائے، ہاں اگر کوئی خاتون مرتد ہوجائے تو امام اوزاعی، احمد اوراسحق کا موقف یہ ہے کہ اسے بھی قتل کیا جائے، لیکن ایک جماعت کا خیال ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے، بلکہ قید کردیا جائے، اگر توبہ کرلے تو فبہا، ورنہ زندگی بھر اسے جیل میں رکھاجائے۔ سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔''

چنانچہ ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اورامام احمد بن حنبلؒ بالاتفاق اس کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے، اس کے شبہات دور کئے جائیں، اس کو توبہ کی تلقین کی جائے اور دوبارہ اسلام کی دعوت دی جائے، اگر اسلام لے آئے تو فبہا، ورنہ اسے قتل کردیاجائے، ملاحظہ ہو ائمہ اربعہ کی تصریحات:

فقہ حنفی: چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

''واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعیاذ باللہ. عرض علیہ الاسلام فان کانت لہ شبہة کشفت عنہ ویحبس ثلاثة ایام فان اسلم والاقتل''. (ہدایہ اولین ص:۵۸۰،ج:۱)

ترجمہ: ''اور جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ! اسلام سے پھرجائے تو اس پر اسلام پیش کیاجائے، اس کو کوئی شبہ ہو تو دور کیا جائے، اس کو تین دن تک قید رکھاجائے، اگراسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔''

فقہ شافعی: فقہ شافعی کی شہرئہ آفاق کتاب المجموع شرح المہذب میں ہے:

''اذا ارتد الرجل وجب قتلہ، سواء کان حرا او عبدا ... وقد انعقد الاجماع علی قتل المرتد'' (المجموع شرح المہذب، ص:۲۲۸، ج:۱۹)

ترجمہ: ''اور جب آدمی مرتد ہوجائے تواس کا قتل واجب ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، اور قتل مرتد پر اجماع منعقد ہوچکا ہے۔''

فقہ حنبلی: فقہ حنبلی کی معرکة الآراء کتاب المغنی اور الشرح الکبیر میں ہے:

''واجمع اہل العلم علی وجوب قتل المرتد، وروی ذلک عن ابی بکر و عمر وعثمان وعلی و معاذ و ابی موسیٰ وابن عباس وخالد (رضی اللہ عنہم) وغیرہم، ولم ینکر ذلک فکان اجماعا''۔(المغنی مع الشرح الکبیر،ص:۷۴،ج:۱۰)

ترجمہ: ”قتل مرتد کے واجب ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، یہ حکم حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابوموسیٰ،ابن عباس، خالد اور دیگرحضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور اس کا کسی صحابی نے انکار نہیں کیا،اس لئے یہ اجماع ہے۔“

فقہ مالکی: فقہ مالکی کے عظیم محقق ابن رشد مالکیؒ کی مشہور زمانہ کتاب ”بدایة المجتہد“ میں ہے:

”والمرتد اذا ظفر بہ قبل ان یحارب فاتفقوا علی انہ یقتل الرجل لقولہ علیہ الصلوٰة والسلام: ”من بدل دینہ فاقتلوہ“ (بدایة المجتہد ص:۳۴۳،ج:۲)

ترجمہ: ”اور مرتد جب لڑائی سے قبل پکڑا جائے تو تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”جو شخص اپنا مذہب بدل کر مرتد ہوجائے،اس کو قتل کردو۔“

عام طور پر اسلام دشمن عناصر، ملاحدہ اور زنادقہ سیدھے سادے مسلمانوں اور سادہ لوح انسانوں کو ذہنی تشویش‌اور شکوک و شبہات میں مبتلاکرنے اور انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک‌انسان اپنا آبائی مذہب تبدیل کرنے پر کیوں مجبور ہوتا ہے؟ یقینااس کو اپنے دین ومذہب میں کوئی کمی کوتاہی یانقص نظر آیا ہوگا، جب ہی تو وہ اس انتہائی اقدام پر مجبور ہوا ہے؟ لہٰذا جب کوئی شخص غور و فکر کے بعد اسلام کو اپنا سکتا ہے تودلائل و براہین کی روشنی میں وہ اس کو چھوڑنے کا حق بھی‌رکھتا ہے، پس اس کی تبدیلیٴ مذہب پر قدغن کیوں لگائی‌جاتی ہے؟

بظاہر یہ سوال معقول نظر آتا ہے،جبکہ حقائق اس سے یکسر مختلف ہیں، چنانچہ اگراس پر غور کیا جائےتو اندازہ ہوگا کہ ارتداد کی وجہ اسلام میں کسی قسم کا نقص یا کمی کوتاہی نہیں ہے؛ بلکہ اس کے پیچھے اسلام دشمنوں کی‌ایک منظم سازش ہے، اور وہ یہ کہ اسلام دشمنوں کی روزِ اوّل سے یہ سعی و کوشش رہی ہے کہ کسی طرح حق کے متلاشیوں کو جادئہ مستقیم سے بچلاکر ضلال و گمراہی کے گہرے غاروں میں دھکیل‌دیا جائے، چنانچہ شروع میں تو انھوں نے کھل کر اپنے اس مشن کو نبھانے‌کی کوشش کی، مگر جب ماہتابِ نبوت، آفتاب نصف النہار بن کر چمکنے لگااور اس کی

چکاچوند روشنی کے سامنے باطل نہ ٹھہرسکا تو ائمہ کفر و ضلال نے ردائے نفاق اوڑھ کر اس کے خلاف زیرِ زمین سازشوں کا جال بننا شروع کردیا۔

چنانچہ صبح کو وہ اپنے آپ کو مسلمان باور کراتے تو شام کو اسلام سے بیزاری کا سوانگ رچاکر مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی سازش کرتے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

”وقالت طائفة من اہل الکتاب آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجہ النہار واکفروا آخرہ لعلہم یرجعون“ (آل عمران: ۷۲)

ترجمہ: ”اوراہل کتاب کے ایک گروہ نے(حق سے پھیرنے کی یہ سازش تیار کی اور آپس میں)کہا کہ تم (ظاہری طور پر) ایمان لے آؤ اس (دین و کتاب) پرجواتارا گیا ایمان والوں پر دن کے شروع میں اوراس کا انکار کردواس کے آخری حصہ میں، تاکہ اس طرح یہ لوگ پھر جائیں (دین‌وایمان سے)۔“

گویا وہ یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ اگراسلام میں کوئی کشش یا صداقت ہوتی تو سوچ سمجھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے اس سے باہر کیوں آتے؟ یقیناجو لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد اسے خیر باد کہہ رہے ہیں، انھوں نے ضرور اس میں کوئی کمی، کجی یا کمزوری دیکھی ہوگی؟

حالانکہ جن لوگوں نے اسلامی احکام‌وآداب کا مطالعہ اور غور و فکر کرکے اسے قبول کیا اور نبی امی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، تاریخ گواہ ہے کہ ان میں سے کبھی کسی نے اس سے بیزاری تو کیا اس پر سوچا بھی نہیں، جیساکہ صحیح بخاری کی حدیث ”ہرقل“ میں حضرت‌ابوسفیان اور ہرقل کے مکالمہ میں اس کی وضاحت و صراحت موجود ہے،چنانچہ جب ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ‌علیہ وسلم کا والانامہ ملنے پر ابوسفیان سے، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضرت محمد صلی‌اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے حریف تھے، یہ پوچھا کہ:

”ہل یرتد احد منہم عن دینہ بعد ان یدخل فیہ سخطةً لہ؟ قال: لا...“

ترجمہ: ”ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھاکہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی اس کو ناپسند کرکے یااس سے ناراض ہوکر مرتد بھی ہوا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں۔“

پھر اسی حدیث کے آخر میں ہرقل نے اپنے ایک ایک سوال اور ابوسفیان کے جوابات کی‌روشنی میں اس کی وضاحت کی کہ میں اپنے سوالوں اور تیرے جوابات کی

روشنی میں، جن نتائج پر پہنچا ہوں، وہ یہ ہیں کہ:

”وسائلتک ہل یرتد احد منہم عن دینہ بعد ان یدخل فیہ سخطة، فزعمت ان لا، وکذلک الایمان اذا خالط بشاشة القلوب“ (بخاری، ص:۶۵۳،ج:۲)

ترجمہ: ”اور میں نے آپ سے پوچھا تھاکہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی شخص اسلام سے ناراض ہوکر یا اس سے متنفر ہوکر کبھی مرتد ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا تھا کہ ایسا نہیں ہوا، تو سنو! یوں ہی ہے کہ شرح صدر کے ساتھ جب ایمان کسی کے دل میں اتر جاتا ہے تو نکلا نہیں کرتا۔“

چونکہ اسلام جبر و تشدد کا مذہب نہیں اور نہ ہی کسی کو جبراً و قہراً اسلام میں داخل کیا جاتاہے، بلکہ قرآن و حدیث میں وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ بات مذکورہے کہ جو شخص دل وجان سے اسلام قبول نہ کرے، نہ صرف یہ کہ اس کا اسلام معتبر نہیں، بلکہ ایسا شخص قرآنی اصطلاح میں منافق ہے اور منافق جہنم کے نچلے درجے کی بدترین سزا کا مستحق ہے، جیساکہ قرآن کریم میں ہے:

”ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار“ (النساء:۱۴۵)

ترجمہ: ”بے شک منافق ہیں سب سے نیچےدرجہ میں دوزخ کے۔“

اسی لئے جبراً وقہراً اسلام میں داخل کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایاگیا:

”لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی“ (البقرہ: ۲۵۶)

ترجمہ: ”دین اسلام میں داخل کرنے کیلئے کسی جبر واکراہ سے کام نہیں لیا جاتا، اس لئے کہ ہدایت، گمراہی سے ممتاز ہوچکی ہے۔“

لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ جو شخص برضا و رغبت اسلام میں داخل ہوجائے اور اسلام قبول کرلے، اسے مرتد ہونے کی بھی اجازت دے دی جائے، یہ بالکل ایسے ہے جیسے ابتداءً فوج میں بھرتی ہونے کیلئے کوئی جبراور زبردستی نہیں کی جاتی، لیکن اگر کوئی شخص اپنی رضا و رغبت سے فوج میں بھرتی ہوجائے تو اب اسے اپنی مرضی سے فوج سے نکلنے یا فوجی نوکری چھوڑنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اگر فوج کا یہ قانون جائز ہے تو اسلام کا یہ دستور کیونکر جائز نہیں؟

اس کے علاوہ عقل و شعور کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو شخص اپنی مرضی اور رضا ورغبت سے اسلام میں داخل ہوجائے اسے اسلام سے برگشتگی اور مرتد ہونے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے، کیونکہ بالفرض اگر نعوذ باللہ! کسی کواسلام یا اسلامی

تعلیمات میں کوئی شک و شبہ تھا تواس نے اسلام قبول ہی کیوں کیا تھا؟ لہٰذا ایسا شخص جو اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے اسلام میں داخل ہوچکا ہے، اب اسے مرتد ہونے کی اس لئے اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اسلام چھوڑ کر نہ صرف اپنے دین و مذہب کو بدلتا ہے، بلکہ اس قبیح اوربدترین فعل کے ذریعہ وہ دین و شریعت، اسلامی تعلیمات،اسلامی معاشرہ کو داغ دار کرنے، اسلامی تعلیمات کومطعون و بدنام کرنے اور نئے مسلمان ہونے والوں کی راہ روکنے کی بدترین سازش کامرتکب ہوا ہے، اس لئے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کی مثال کھلے کافر کی تھی، لیکن اب اس کی حیثیت اسلام کے باغی کی ہے، اور دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص کسی ملک کا شہری نہ ہواور وہ اس ملک کے قوانین کو تسلیم نہ کرے تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، لیکن جب کوئی شخص کسی ملک کی شہریت اپنالے تو اسے اس ملک کے شہری قوانین کا پابند کیا جائے گا،چنانچہ اگرکوئی خودسر کسی ملک کی شہریت کا دعویدار بھی ہو اور اس کے احکام و قوانین اور اصول و ضوابط کے خلاف اعلانِ بغاوت بھی کرے تو اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، لہٰذااگر کوئی شخص کسی ملک، اس کے قوانین و ضوابط یا کسی ملک کے سربراہ سے بغاوت کی پاداش میں سزائے موت کا مستحق ہے، تو کیاوجہ ہے کہ اسلام، اسلامی قوانین اور پیغمبر اسلام سے بغاوت کا مرتکب سزائے موت کا مستحق نہ ہو؟

اگر دیکھاجائے اور اس کا بغور جائزہ لیا جائے تو سزائے ارتداد کا یہ اسلامی قانون عین فطرت ہے، جس میں نہ صرف مسلمانوں کا، بلکہ اسلامی مملکت کے تمام شہریوں کا بھی فائدہ ہے۔ اس لئے کہ دین اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور اس دین و مذہب میں دنیا کی فوز و فلاح اور نجاتِ آخرت کا مدار ہے، جیساکہ ارشاد الٰہی ہے:

۱- ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا“ (المائدہ: ۳)

ترجمہ: ”آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔“

۲- ”ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ، وہو فی الآخرة من الخاسرین“ (آل عمران:۸۵)

ترجمہ: ”اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین و مذہب کو اپنائے گا، اللہ کے ہاں اسے قبولیت نصیب نہیں ہوگی اور وہ آخرت میں خسارہ میں ہوگا۔“

لہٰذا جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد ارتداد کا مرتکب ہوا ہے، اس کی مثال اس باؤلے کتے یا ہلکے انسان کی ہے جسے اپنا ہوش ہے اور نہ دوسروں کا، اگرکوئی ''عقل مند'' اس کی جان پر ترس کھاکر اسے چھوڑ دے تو بتلایاجائے کہ وہ انسانیت کا دوست ہے یادشمن؟ ٹھیک اسی طرح مرتد کی جان بخشی کرنا بھی معاشرہ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اوراس کی ہلاکت اسلامی معاشرہ کیلئے امن و عافیت اور سکون و اطمینان کا ذریعہ ہے۔

مناسب ہوگا کہ یہاں حضرت مولانامحمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا سزائے ارتداد کی معقولیت کے سلسلہ کا ایک اقتباس نقل کردیا جائے، چنانچہ حضرتؒ لکھتے ہیں:

''تمام مہذب ملکوں، حکومتوں اور مہذب قوانین میں باغی کی سزا موت ہے، اور اسلام کا باغی وہ ہے جواسلام سے مرتد ہوجائے، اسلئے اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے، لیکن اس میں بھی اسلام نے رعایت دی ہے، دوسرے لوگ باغیوں کو کوئی رعایت نہیں دیتے، گرفتار ہونے کے بعد اگراس پر بغاوت کا جرم ثابت ہوجائے تو سزائے موت نافذ کردیتے ہیں، وہ ہزار معافی مانگے، توبہ کرے اور قسمیں کھائے کہ آئندہ بغاوت کا جرم نہیں کروں گا،اس کی ایک نہیں سنی جاتی اور اس کی معافی ناقابل قبول سمجھی جاتی ہے، اسلام میں بھی باغی یعنی مرتد کی سزا قتل ہے، مگر پھر بھی اسے اتنی رعایت ہے کہ تین دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس کو تلقین کی جاتی ہے کہ توبہ کرلے، معافی مانگ لے، تو سزا سے بچ جائے گا، افسوس ہے کہ پھر بھی اسلام میں مرتد کی سزا پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

اگر امریکا کے صدر کا باغی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرے اوراس کی سازش پکڑی جائے تواس کی سزا موت ہے اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں، روس کی حکومت کا تختہ الٹنے والا پکڑاجائے یا جنرل ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والا پکڑا جائے تو اس کی سزا موت ہے اور اس پر دنیاکے کسی مہذب قانون اور کسی مہذب عدالت کو کوئی اعتراض نہیں،لیکن تعجب ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی پر اگر سزائے موت جاری کی جائے تولوگ کہتے ہیں کہ یہ سزا نہیں ہونی چاہئے، اسلام تو باغی مرتد کو پھر بھی رعایت دیتا ہے کہ اسے تین دن کی مہلت دی جائے، اس کے شبہات دور کئے جائیں اور کوشش کی جائے کہ وہ دوبارہ مسلمان ہوجائے، معافی مانگ لے تو کوئی بات نہیں، اس کو معاف کردیا جائے گا،

لیکن اگر تین دن کی مہلت اور کوشش کے بعد بھی وہ اپنے ارتداد پر اڑا رہے، توبہ نہ کرے تو اللہ کی زمین کواس کے وجود سے پاک کردیا جائے، کیونکہ یہ ناسور ہے، خدانخواستہ کسی کے ہاتھ میں ناسور ہوجائے تو ڈاکٹر اس کاہاتھ کاٹ دیتے ہیں، اگر انگلی میں ناسور ہوجائے تو انگلی کاٹ دیتے ہیں اور سب دنیاجانتی ہے کہ یہ ظلم نہیں، بلکہ شفقت ہے، کیونکہ اگر ناسور کو نہ کاٹا گیا تو اس کا زہر پورے بدن میں سرایت کرجائے گا، جس سے موت یقینی ہے، پس جس طرح پورے بدن کو ناسور کے زہر سے بچانے کیلئے ناسور کو کاٹ دینا ضروری ہے اوریہی دانائی اور عقلمندی ہے، اسی طرح ارتداد بھی ملت اسلامیہ کیلئے ایک ناسور ہے، اگر مرتد کو توبہ کی تلقین کی گئی، اس کے باوجود اس نے اسلام میں دوبارہ آنے کو پسند نہیں کیا تو اس کا وجود ختم کردینا ضروری ہے، ورنہ اس کا زہر رفتہ رفتہ ملت اسلامیہ کے پورے بدن میں سرایت کرجائے گا۔ الغرض مرتد کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک اور پوری امت کے علماء اور فقہاء کے نزدیک یہی ہے جو میں عرض کرچکا ہوں اور یہی عقل و دانش کا تقاضا ہے اور اسی میں امت کی سلامتی ہے۔“(تحفہ قادیانیت، ج:۱، ص:۲۶۶،۲۶۵)

ان مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا کہ اسلام اور اسلامی آئین، ہر غیر مسلم وکافر کے درپے نہیں، بلکہ اسلامی آئین و دستور صرف اور صرف ان فتنہ پردازوں کا راستہ روکتا ہے اور انہیں کڑی سزا کا مستحق گردانتا ہے جو معاشرہ کے امن وامان کے دشمن اور اسلام سے بغاوت کے مرتکب ہوں، بایں ہمہ اسلام اوراسلامی آئین ایسے لوگوں کو بھی فوراً کیفر کردار تک نہیں پہنچاتا، بلکہ انہیں اپنی اصلاح کا موقع فراہم کرتا ہے،اگر وہ سدھر جائیں تو فبہا، ورنہ اس بدترین سزا کیلئے تیارہوجائیں،اس کے باوجود بھی اگر کوئی بدنصیب اس سے فائدہ نہ اٹھائے اوراپنی جان کا دشمن بنارہے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟

جیساکہ ارتداد ومرتد کی تعریف کے ذیل میں پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد اسلام کو چھوڑ کرکوئی بھی دوسرا دین و مذہب اختیار کرلے،وہ مرتد ہے، اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

اس پر یہود ونصاریٰ اور قادیانیوں کے علاوہ دوسرے ملاحدہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر دوسرے مذاہب کے پیروکار اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوسکتے ہیں،تو ایک مسلمان اپنا مذہب تبدیل کیوں نہیں کرسکتا؟ اگر کسی یہودی اور عیسائی کے

مسلمانہونے پر قتل کی سزا لاگو نہیں ہوتی تو ایک مسلمانکے یہودیت یا عیسائیت قبول کرنے پر اسے کیوں واجب القتل قرار دیا جاتا ہے؟ اسی طرح اگر کوئی ہندو یا قادیانی، مسلمان ہوسکتا ہے تو ایک مسلمان نعوذ باللہ! قادیانی یاہندو کیوں نہیں بن سکتا؟

عام طور پر اربابِ کفر و شرک اس سوال کواس رنگ آمیزی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک سیدھاسادا مسلمان نہ صرف اس سے متاثرہوتا ہے؛ بلکہ سزائے ارتداد کو نعوذ باللہ! غیرمعقول وغیر منطقی اور آزادی اظہار رائے اور آزادی مذہب کے خلاف سمجھنے لگتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس مغالطہ کے جواب میں بھی چند معروضات پیش کردی جائیں:

﴿الف﴾ جہاں تک اس سوال کاتعلق ہے کہ یہودی، عیسائی یا دوسرے مذاہب کے لوگ اپنا مذہب بدلیں تو ان پر سزائے ارتداد کیوں جاری نہیں کی جاتی؟ اصولی طور پر ہم اس سوال کاجواب دینے کے مکلف نہیں ہیں؛ بلکہ ان مذاہب کے ذمہ داروں، بلکہ ٹھیکے داروں کا فرض ہے کہ وہ‌اس کا جواب دیں۔

تاہم قطع نظر اس کے کہ یہودیوں‌اور عیسائیوں کا یہ طرزِ عمل صحیح ہے یا غلط؟ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ دنیائے عیسائیت و یہودیت اگر اپنے مذہب کے معاملہ میں تنگ نظر نہ ہوتی تو آج دنیا بھر کے مسلمان اور امت مسلمہ ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ کیوں ہوتے؟

اس سے ذرا اور آگے بڑھئے تو اندازہ ہوگاکہ انبیائے بنی اسرائیل کا قتل ناحق ان کی اسی تنگ نظری کا شاخسانہ اور تشددپسندی کا منھ بولتا ثبوت ہے، ورنہ بتلایاجائے کہ حضراتِ انبیائے کرام کا اس کے علاوہ کون سا جرم تھا؟ صرف یہی ناں کہ وہ فرماتے تھے کہ پہلا دین و شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے ذریعے نیادین اور نئی شریعت آئی ہے اور اسی میں انسانیت کی نجات اور فوز و فلاح ہے۔

اسی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر فرض ہے کہ وہ بتلائیں کہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کو کیوں قتل کیاگیا؟ ان معصوموں کا کیا جرم تھا؟ اور کس جرم کی پاداش میں ان کاپاک وپاکیزہ اور مقدس لہو بہایاگیا؟

اس کے علاوہ یہ بھی بتلایاجائے کہ حضرت عیسیٰؑ روح اللہ کے قتل اور ان کے سولی پر چڑھائے جانے کے منصوبے کیوں بنائے گئے؟

مسلمانوں کو تنگ نظر اور سزائے ارتداد کو ظلم کہنے والے پہلے ذرا اپنے دامن سے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اور لاکھوں مسلمانوں کے خونِ ناحق کے دھبے صاف کریں اور پھر مسلمانوں سے بات کریں۔

(ب) یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت و راہنمائی کیلئے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اور رسل علیہم السلام بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمایا، جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تواس کی انتہا یا تکمیل واختتام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے دین و شریعت اور کتب کی کیفیت یکساں تھی یا مختلف؟

اگر بالفرض تمام انبیائے کرام کی شریعتیں ابدی و سرمدی تھیں تو ایک نبی کے بعد دوسرے نبی اور ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی؟

مثلاً اگر حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت ابدی و سرمدی تھی اوراس پر عمل نجاتِ آخرت کا ذریعہ تھا تو اس وقت سے لے کر آج تک تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کا تابع ہونا چاہئے تھا، اگرایسا ہے تو پھر یہودیت و عیسائیت کہاں سے آگئی؟

لیکن اگر بعدمیں آنے والے دین، شریعت، کتاب اور نبی کی تشریف آوری سے، پہلے نبی کی شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی تھی... جیساکہ حقیقت بھی یہی ہے... تو دوسرے نبی کی شریعت اور کتاب کے آجانے کے بعد سابقہ شریعت اور نبی کی اتباع پر اصرار و تکرار کیوں کیا جاتاہے؟

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جب دوسرا نبی، شریعت اور کتاب آگئی اور پہلا دین، شریعت اور کتاب منسوخ ہوگئی، تو اس منسوخ شدہ دین، شریعت، کتاب اور نبی کے احکام پر عمل کرنا یااس پر اصرار کرنا خود بہت بڑا جرم اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے مترادف ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک کے قانون میں ترمیم کردی جائے یا اس کو سرے سے منسوخ کردیا جائے اوراس کی جگہ دوسرا جدید آئین و قانون نافذ کردیاجائے، اب اگر کوئی عقلمند اس نئے آئین وقانون کی بجائے منسوخ شدہ دستور و

قانون پر عمل کرتے ہوئے نئے قانون کی مخالفت کرے، تو اسے قانون شکن کہا جائے گا یا قانون کا محافظ و پاسبان ؟

لہٰذا اگر کسی ملک کا سربراہ ایسے عقل مند کو رائج و نافذ جدید آئین و قانون کی مخالفت اوراس سے بغاوت کی پاداش میں باغی قرار دے کر اُسے بغاوت کی سزا دے، تو اس کا یہ فعل ظلم و تعدی ہوگا یا عدل و انصاف؟ کیاایسے موقع پر کسی عقل مند کو یہ کہنے کا جواز ہوگا کہ اگر جدید آئین و قانون کو چھوڑنا بغاوت ہے تو منسوخ شدہ آئین و قانون کو چھوڑنا کیونکر بغاوت نہیں؟ اگر جدید آئین سے بغاوت کی سزا موت ہے تو قدیم و منسوخ شدہ آئین کی مخالفت پر سزائے موت کیونکر نہیں؟

(ج) جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ادیان اوران کی شریعتیں منسوخ ہوچکی ہیں، اس سلسلہ میں گزشتہ سطور میں عقلی طورپر ثابت کیاجاچکا ہے کہ سابقہ انبیاء کی شریعتوں پر عمل باعث نجات نہیں، ورنہ نئے دین، نئی شریعت اور نئے نبی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ تاہم سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنے بعد آنے والے دین و شریعت اور نبی کی آمد سے متعلق اپنی امت کو بشارت دی ہے اور ان کی اتباع کی تلقین بھی فرمائی ہے، جیساکہ قرآن مجید میں ہے:

”واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جائکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ“(آل عمران:۸۱)

ترجمہ: ”اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تواس رسول پر ایمان لاؤگے اوراس کی مدد کروگے۔“

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت انجیل کے علاوہ خود قرآن کریم میں بھی موجود ہے کہ :

”ومبشرًا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ (الصف:۶)

ترجمہ: ”اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد، اس کا نام ہے احمد“۔

چنانچہ سابقہ انبیائے کرام میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ میری نبوت اور دین و شریعت قیامت تک ہے اورمیں قیامت تک کا نبی ہوں،دنیائے یہودیت و عیسائیت کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کسی نبی نے ایسا فرمایا ہے، تو اس کا ثبوت لاؤ: ”قل ہاتوا

برہانکم ان کنتم صادقین“ ہمارا دعویٰ ہے کہ صبح قیامت تک کوئی یہودی اور عیسائی اس کا ثبوت پیش نہیں کرسکے گا، جب کہ اس کے مقابلہ میں آقائے دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے نبی بناکر بھیجا گیا اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کاآخری نبی اور خاتم النّبیین فرمایا گیا، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

۱۔ ”قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا“ (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ: ”تو کہہ: اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔“

۲۔ ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین“ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: ”اور تجھ کو جو ہم نے بھیجاسو مہربانی کرکر جہان کے لوگوں پر۔“

۳۔ ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“(الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: ”محمد باپ نہیں کسی کاتمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور خاتم النّبیین۔“

۴۔ ”وما ارسلناک الا کافة للناس بشیرًا ونذیرًا“ (سبا:۲۸)

ترجمہ: ”اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈرسنانے کو۔“

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا:

۱۔ ”انا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ (ترمذی، ج:۲، ص:۴۵)

ترجمہ: ”میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔“

۲۔ ”انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم“ (ابن ماجہ، ص:۲۹۷)

ترجمہ: ”میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔“

۳۔ ”لوکان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی“ (مشکوٰة، ص:۳۰)

ترجمہ: ”اگر موسیٰ علیہ الصلوٰة والسلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔“

اب جب کہ قرآن کریم نازل ہوچکا اورحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے آخری نبی ہیں اور قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین و شریعت کا سکہ قیامت تک چلے گا،اس لئے جو شخص اس جدید و رائج قانون اورآئین کی مخالفت کرے گااور سابقہ

منسوخ شدہ دین و شریعت یا کسی خود ساختہ مذہب،جیسے موجودہ دور کے متعدد باطل و بے بنیاد ادیان و مذاہب...مثلاً: ہندو، پارسی، سکھ، ذکری، زرتشتی اور قادیانی وغیرہ ... کا اتباع کرے گا، وہ باغی کہلائے گا۔ دین و شریعت، قرآن و سنت اور عقل و دیانت کی روشنی میں اس کی سزا وہی ہوگی جو ایک باغی کی ہونی چاہئے، اور وہ قتل ہے۔

$ $ $

ماہنامہ دارالعلوم ، شمارہ12، جلد: 90 ،ذیقعدہ 1427 ہجری مطابق دسمبر2006ء